قرآنی طرز زندگی میں عقیدہ معاد کے اثرات

سید رمیز الحسن موسوی[1]

خلاصہ :

منکرین معاد، زندگی کو اسی مادی اور دنیوی زندگی میں منحصر سمجھتے ہیں جبکہ مبداو معاد پر ایمان رکھنے والے اُخروی زندگی کو ہی حقیقی زندگی سمجھتے ہیں ۔ زندگی کے مختلف مسائل میں روز قیامت پر ایمان کے اثرات، آیات اور روایات کی روشنی میں ہی سمجھ آ سکتے ہیں۔ زندگی میں اگر روز قیامت کے وعدہ و وعید پر ایمان نہ ہو انسان کی زندگی فقط مادی مقاصد پورے کرنے تک ہی محدود ہو جاتی ہے اور پھر ہر انسان اپنے مادی مقاصد کی تکمیل کے لئے ہر قسم کے ظلم و ستم کرنے پر تُل جاتا ہے، اس طرح پورا معاشرہ زوال وانحطاط سے دوچار ہو جاتا ہے۔ جبکہ عقیدہ معاد کی وجہ سے انسان اسلامی وقرآنی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے ایک پُرامن اور سالم زندگی گذارتا ہے، ایسی طرز زندگی میں وہ نہ دوسروں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالتا ہے اور نہ کسی کمزور پر ظلم و ستم روا رکھتا ہے، نہ کم تولتا ہے اور نہ ہی ملاوٹ والی اشیا فروخت کر کے معاشرے کی صحت و سلامتی کو تباہ کرتا ہے۔ اسی طرح اخلاقی مسائل میں بھی انسانی احساسات زندہ ہو جاتے ہیں اور ان دوسروں کی عزت و ناموس کو اپنی عزت سمجھنے لگتا ہے اور دوسروں کے مال و دولت پر تجاوز کرنے سے پرہیز کرتا ہے، نہ کسی کی غیبت کرتا ہے اور نہ کسی کے ساتھ حسد۔ عقیدہ معاد کا حامل معاشرہ شجاع اور دلیر ہوتا ہے جس کی طرف کوئی بیگانہ آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھتا چونکہ وہ جانتا ہے اُس کا مد مقابل ایک شجاع انسان ہے جو فقط اللہ کا خوف رکھتا اور دنیا کسی اور طاقت سے خوفزدہ ہیں ہوتا۔ اسی طرح قیامت پر ایمان رکھنے والا انسان معاشرے میں عدل وانصاف کا خواہاں ہوتا ہے اور نہ خود کسی پر ظلم کرتا ہے اور نہ کسی کو اپنے اوپر ظلم کرنے کی اجازت دیتا ہے چونکہ وہ ہر وقت اپنے دین اور شرف انسانیت کے لئے جان کی بازی لگانے کے تیار ہوتا ہے۔

کلیدی کلمات: معاد، قرآن، انسان، ایمان، جہنم، بہشت، گناہ

---

[1] نورالھدیٰ مرکز تحقیقات۔ اسلام آباد

تمہید:

تمام دینی عقائد انسان کے کردار اور طرز زندگی پر مؤثر واقع ہوتے ہیں اور اُن کی جھلک کسی نہ کسی انداز میں ظاہر ہوتی رہتی ہے۔ لیکن سب عقائد میں عقیدہ معاد اور روز آخرت پر ایمان، انسان کی تربیت، اخلاق اور طرز معاشرت پر بہت زیادہ اثر انداز ہوتا ہے اور جس قدر یہ عقیدہ اور قیامت پر یقین قوی ہوتا ہے، اتنا ہی انسانی کردار میں نکھار اور سکون و آرام نظر آتا ہے اور ایسا شخص خود بھی مطمئن نظر آتا ہے اور دوسروں کے ساتھ معاشرت میں بھی امن و سلامتی کا پیغام لیئے ہوتا ہے۔ چونکہ وہ دوسروں کے ساتھ طرز معاشرت کے دوران ہر قول و فعل میں روز آخرت کو مد نظر رکھتا ہے۔

انسان کے اعمال سے اُس کے اعتقادات کی نشاندہی ہوتی ہے اور وہ اپنے کاموں کے ذریعے اپنے عقیدے کا اظہار کرتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں ہر شخص کا کردار کائنات کے بارے میں اُس کے نظریئے اور طرز تفکر کا عکاس ہوتا ہے۔ جو شخص جانتا ہے کہ اس کے اعمال بہت جلد ایک ایسی عدالت میں پیش ہونے والے ہیں کہ جہاں قاضی ہر چیز سے آگاہ ہے اور جس سے کسی بھی چیز کو پنہان رکھنا ممکن نہیں اور جس کے فیصلے پر نہ کسی سفارشی کی سفارش کارگر ہو سکتی ہے اور نہ کوئی رشوت اور لالچ اثر انداز ہو سکتی ہے۔ بلکہ جس کی عدالت میں گواہ بھی انسان کے اپنے اعمال اور اعضا و جوارح ہوں گے، ایسے قاضی کی عدالت میں پیش ہونے پر ایمان انسان کو کس طرح غلط اقدام پر اُکسا سکتا ہے اور کس طرح وہ بغیر سوچے سمجھے کوئی فعل انجام دے سکتا ہے؟ یہاں درست اعمال کی انجام دہی کے لیے نہ تو جبر کی ضرورت ہے اور نہ کسی پولیس مین کی۔ اس طرح کا عقیدہ انسان کی اصلاح، تربیت اور تزکیہ نفس میں بہت ہی مؤثر واقع ہوتا ہے اور ایسا انسان طرز زندگی کے لحاظ سے ایک مثالی انسان بن جاتا ہے اور ایسے انسانوں پر مشتمل معاشرہ بھی ایک مثالی معاشرے کہلانے کا حق دار ہوتا ہے۔ امام خمینیؒ انسان کی زندگی پر عقیدہ معاد کے اثرات کے بارے میں لکھتے ہیں: "اگر انسان یہ باور کرلے کہ اس عالم کا ایک مبداء ہے اور انسان سے ایک (دن) پوچھ گچھ ہوگی، ایک مرحلے کے بعد، مرنا، فنا

نہیں، مرنا ایک نقص سے کمال کی طرف منتقل ہونے کا نام ہے، تو یہ بات اسے ہر چیز سے بچائے گی اور ہر قسم کی لغزش سے، اس کی حفاظت کرے گی"۔[1]

بے شک اللہ اور روز قیامت پر اعتقاد رکھنے کی وجہ سے انسان اپنے آپ کو محفوظ سمجھتا ہے، کیونکہ یہ عقیدہ انسانی نفس کو ایک ایسی طاقت بخشتا ہے جس کی وجہ سے انسان خواہشات نفسانی کا مقابلہ کرنے کے قابل ہو جاتا ہے، اور اس دنیا میں دھوکہ دینے والی چیزوں سے محفوظ رہتا ہے۔ عقیدہ معاد انسان کے لئے ایسی سپر ہے جس کی وجہ سے انسان خواہشات نفسانی، دنیا پرستی اور ہوا وہوس سے محفوظ رہتا ہے۔اس کے مقابلے میں وہ لوگ جو معاد پر ایمان نہیں رکھتے، بلکہ ان کا اعتقاد ہے کہ جب انسان مر جائے گا تو اس کا جسم ریزہ ریزہ ہو کر نابود ہو جائے گا اور اس کی زندگی موت کے بعد تمام ہو جائے گی۔ لہذا ان لوگوں کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جو دنیا میں ان کو سرکشی اور ہوا وہوس سے روکے رکھے اور ان کو باطل پرستی و بُرے اعمال کا ارتکاب کرنے سے بچائے۔

لیکن روز آخرت پر ایمان رکھنے والا شخص اس دنیاوی چند روزہ زندگی کو ایک مدرسہ اور معرفت وفضیلت اور کمال تک پہنچنے کا وسیلہ اور آخرت میں آرام وسکون کی زندگی گزارنے اور سرمدی اور ابدی حیات کا ذریعہ سمجھتا ہے، کیونکہ انسان اس دنیا میں رہ کر اپنے آپ کو گناہوں اور لغزشوں سے محفوظ رکھتا ہے، فضیلت وعدالت کو اپناتا ہے اور شرع وعقل کی مخالف چیزوں کا مقابلہ کرتا ہے تاکہ انسان کمال کی بلندی کو طے کرتا ہوا روحانی سکون واطمینان تک پہنچ جائے، جیسا کہ ارشاد رب العزت ہوتا ہے: " يَاأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيٓ اِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي " ۔یعنی؛ اے اطمینان پانے والی جان اپنے پروردگار کی طرف چل تو اس سے خوش وہ تجھ سے راضی تو میرے (خاص) بندوں میں شامل ہو جا، اور میری بہشت میں داخل ہو جا"۔[2]

درحقیقت قرآن انسانوں کو ایسا ہی انسان بنانا چاہتا ہے، جن کی طرز زندگی قرآن کے اس ابدی اصول پر مبنی ہو جس میں ہر فعل کی جوابدہی کی سوچ کار فرما ہو اور انسان ہر لمحے اپنے کو مسئول اور جوابدہ

[1] ۔امام خمینی، تفسیر سورۂ حمد، ص ۱۰۹، نشر آثار امام خمینی، تہران

۲۔ سورۂ فجر آیت ۲۷۔۳۰

سمجھے۔اس مقالے میں قرآنی آیات کی روشنی میں قرآنی طرز زندگی میں عقیدۂ معاد اور روز آخرت پر ایمان کے اثرات کو ذکر کرنے کی سعی کریں گے۔

کلمہ معاد کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

کلمہ معاد کا مادہ عود ہے ،جس کے مختلف معانی ہیں ۔لغت میں ''عودت''یعنی بازگشت کو معاد کہتے ہیں۔یہ مادہ مصدر میمی کے طور پر اسم زمان و مکان بھی ہو سکتا ہے۔اس کا اصطلاحی معنٰی عالم آخرت یعنی موت کے بعد کی زندگی ہے۔

قرآن مجید میں معاد کا مقام اور منزلت

دین اسلام میں مسئلہ معاد ضروریات اسلام میں سے ہے اور قرآنی تعبیرات کے مطابق براہ راست ایمان واعتقاد کا موضوع قرار پایا ہے۔[1] معاد سے مراد یہ ہے کہ اس دنیا میں آنے والے تمام انسانوں نے اس عالم میں کچھ عرصہ زندگی گزارنے کے بعد مر جانا ہے اور اس کے بعد سب نے ایک دوسرے عالم میں زندہ ہو کر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی عدل وانصاف کی عدالت میں حاضر ہونا ہے جہاں دنیا میں اُن کے اعمال کردار اور اچھے و بُرے کاموں کا اجر وعقاب دیا جائے گا اور اُن میں سے کچھ تو دائمی بہشت سے ہمکنار ہوں گے اور کچھ اللہ تعالیٰ کے غضب کا نشانہ بنتے ہوئے جہنم کا عذاب چکھے گے۔

قرآن مجید کی آیات پر سرسری سے نگاہ بھی ڈالیں تو آپ کو پتا چلے گا کہ قرآن میں توحید کے بعد عقیدہ معاد اور روز آخرت پر ایمان کو کس قدر اہمیت حاصل ہے۔قرآن نے موت کے بعد کی زندگی اور انسانوں کے اعمال و کردار کے حساب و کتاب کے بارے میں عدالت الٰہی کے جاری ہونے کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے۔اس بارے میں قرآن مجید میں تقریباً بارہ سو آیات موجود ہیں جن میں بہت سی آیات قرآن کے آخری حصے میں ذکر ہوئی ہیں جن میں معاد اور اُس کے مقدمات کا بیان مفصل طور پر ملتا ہے۔قرآن کے اکثر مقامات پر خدا پر ایمان کے ساتھ عالم آخرت کا تذکرہ کیا گیا ہے۔اس بارے میں تقریباً تیس آیات ایک دوسرے کے ساتھ نظر آتی ہیں جن میں '' یؤمنون باللہ و الیوم الآخر

ا۔ مطہری مرتضی، معاد، ص۹، انتشارات صدرا، تہران

''یا اسی قسم کی تعبیرات اختیار کی گئی ہیں اور تقریباً سو آیات میں ''الیوم الآخر'' کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔[۱]

یہی عقیدہ بیان کرنے کی وجہ سے پیغمبر اکرم ﷺ اور دوسرے انبیائے کرام کو بے شمار مصائب اور مشکلات برداشت کرنی پڑیں اور کفار و مشرکین کی جانب سے اذیت و آزار کا نشانہ بننا پڑا۔ یہاں تک کہ روز آخرت پر ایمان اور عالم آخرت کی طرف بازگشت کی آیات ذکر کرنے کے بعد بہت سے کفار و مشرکیں نے آپ ﷺ کو انواع و اقسام کی تہمتوں کا نشانہ بنایا اور مجنون اور جادو گر کے لقب سے نوازا۔ جیسا کہ اس آیہ مجیدہ میں آیا ہے:

'' وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلَى رَجُلٍ يُنَبِّئُكُمْ إِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ إِنَّكُمْ لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ۔ أَفْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَم بِهِ جِنَّةٌ بَلِ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلَالِ الْبَعِيدِ ''۔ یعنی: اور کافر لوگ (تعجب و استہزاء کی نیت سے) کہتے ہیں کہ کیا ہم تمہیں ایسے شخص کا بتائیں جو تمہیں یہ خبر دیتا ہے کہ جب تم (مر کر) بالکل ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو یقیناً تمہیں (ایک) نئی پیدائش ملے گی۔ وہ اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتا ہے یا اسے جنون ہے، (ایسا کچھ بھی نہیں) بلکہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ سخت عذاب اور پرلے درجہ کی گمراہی میں (مبتلا) ہیں۔[۲]

عقیدۂ معاد اور اُخروی زندگی پر ایمان ہمیشہ انبیائے کرام کی تعلیمات میں سرفہرست رہا ہے اور تمام انبیاء نے لوگوں کی طرف سے سخت ترین مخالفتوں کے باجود اس عقیدے کی تاکید فرمائی ہے۔ کیونکہ عقیدہ معاد کے انسانوں کی طرز معاشرت پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور یہی عقیدہ انسانوں کی ابدی سعادت اور شقاوت میں گہری دخالت رکھتا ہے۔ عقیدہ معاد کے بارے میں علم و آگہی انسان کے اعمال و کردار پر براہ راست اثر انداز ہوتا ہے۔ جس شخص میں بھی جتنا یہ عقیدہ راسخ ہوگا، اُس کی زندگی اُتنی ہی نیک کردار ہوگی اور وہ دوسروں کے ساتھ معاشرت میں دوسروں کی

۱۔ مکارم شیرازی، پیام قرآن، ج۵، ص۱۷

۲۔ سورہ سبا، آیت ۸،۷

نسبت بہتر نظر آئے گا۔انسانوں کی اچھی بُری طرز زندگی میں اس عقیدے کا غیر معمولی کردار ہے۔خدا پر ایمان اور روز آخرت کا یقین رکھنے والا انسان کبھی بھی دوسروں کے لئے مشکلات پیدا نہیں کرے گا۔ معاشرتی زندگی میں ہر قسم کے گناہوں اور بداعمالیوں کی بنیاد عقیدہ معاد کا نہ ہونا یا کمزور ہونا ہے۔ کیونکہ اگر ایک انسان کو یہ یقین حاصل ہو جائے کہ وہ جو کام اور عمل بھی انجام دیتا ہے ،ایک دن اس کا نتیجہ اُسے ملے گا اور اپنے ذرہ بھر عمل کے بارے میں اُسے جوابدہ ہونے کا یقین کامل ہو تو وہ کبھی بھی بُرے اعمال کی طرف نہیں جائے گا چونکہ وہ جانتا ہے کہ " فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ۔ وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ "یعنی؛ تو جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہو گی وہ اسے دیکھ لے گا۔ اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہو گی وہ اسے (بھی) دیکھ لے گا۔[1]

انسانوں کی طرز زندگی میں عقیدہ معاد کے دو طرح کے اثرات مرتب ہوتے ہیں: ایک اُن کی انفرادی زندگی عقیدہ معاد سے اثر قبول کرتی ہے اور اس عقیدے کے ہونے یا نہ ہونے کے سبب اُن کی فردی زندگی میں مختلف اثرات نظر آتے ہیں اور وہ انفرادی مسائل میں اس عقیدہ کی وجہ سے منفرد طرز معاشرت رکھتا ہے۔ دوسرا اُس کی اجتماعی زندگی ہے اس پر بھی عقیدہ معاد غیر معمولی اثرات رکھتا ہے اور اس عقیدے کی وجہ سے وہ اپنی اجتماعی زندگی میں بھی بہترین کردار ادا کر سکتا ہے۔ اجتماعی اور انفرادی زندگی کے حوالے سے دیکھا جائے تو عقیدہ معاد کے انسان پر درج ذیل اثرات مرتب ہوتے ہیں:

۱۔ معاد پر ایمان کی وجہ سے انسانی زندگی بامعنیٰ ہو جاتی ہے

روز آخرت کے بارے میں قرآنی آیات پر ایمان کے اثرات میں سے ایک اثر یہ ہے کہ اگر انسان کی اُخروی زندگی نہ ہو تو انسان کی دنیوی زندگی بھی لغو اور بیہودہ ہو جائے گی۔ اگر انسان موت کے بعد کی زندگی کا عقیدہ نہ رکھتا ہو اور موت کو ہی اپنی زندگی کا اختتام سمجھتا ہو تو ایسی زندگی اُس کے لئے کوئی معنیٰ نہیں رکھے گی اور تھوڑی سی توجہ کے بعد وہ اپنے آپ کو بے مقصد اور بے وزن محسوس کرے گا اور اپنے وجود کو بیہودہ سمجھنے لگے گا اور اپنے بارے میں سوچے گا کہ زندگی میں اس قدر کوشش، محنت اور جدوجہد کا کیا فائدہ ؟ اگر اُسے جواب میں کہا جائے کہ اس کوشش وجدوجہد کا کوئی

۱۔ سورۂ الزلزال، آیت ۸،۷

نتیجہ نہیں ہوگا اور مرنے کے بعد اُس کا وجود ختم ہو جائے گا تو قدرتی طور پر غم و پریشانی اُسے گھیر لے گی۔ یہی وجہ ہے بہت سے ترقی یافتہ ممالک کے لوگ مادی زندگی کے لحاظ سے رفاہ و آسائش میں ہونے کے باوجود ہمیشہ اپنی زندگی سے ناراضی نظر آتے ہیں اور اُنہیں دنیوی سہولتیں میسر ہونے کے باوجود سکون اور چین نہیں ملتا وہ دنیوی زندگی کی معمولی سے مشکلات سے تنگ آکر خودکشی کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔

جو لوگ اپنی زندگی کو اسی چند روزہ دنیوی زندگی تک محدود سمجھتے ہیں اور اُنہیں اس کے ختم ہو جانے کے بعد سوائے فنا اور نیستی کے کسی اور چیز کی توقع نہیں ہوتی تو وہ اس دنیوی زندگی سے ہمیشہ گلہ مند رہتے ہیں اور اپنے دنیا میں آنے سے بھی پشیمان ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ زندگی سے بدگمان ہوتے ہیں چونکہ اس زندگی میں جتنی بھی سہولتیں، آسائشیں اور نعمتیں میسر ہوں پھر بھی مشکلات اور پریشانیاں ان سب کے ہمراہ ہوتی ہیں۔

لیکن اگر انسان کو یقین ہو کہ دنیوی سفر کے بعد اُس کی کوئی اور منزل بھی ہے اور وہ منزل عدم نہیں بلکہ ابدی حیات ہے، جو اس دنیوی حیات سے بلند مرتبہ اور ہر قسم کی مشکلات سے خالی حیات ہے، جس میں نہ تو کوئی تنگ نظری ہے، نہ بخل ہے، نہ حسد ہے، نہ ناامنی ہے، نہ درد ہے بلکہ آرام وسکون ہے اور قرآن کے الفاظ میں: ''دَعْوَاهُمْ فِيهَا سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ''[1] یعنی: (نعمتوں اور بہاروں کو دیکھ کر) ان (جنتوں) میں ان کی دعا (یہ) ہوگی: اے اللہ! تو پاک ہے اور اس میں ان کی آپس میں دعائے خیر (کا کلمہ) ''سلام'' ہوگا (یا اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی طرف سے ان کے لئے کلمہ اُستقبال ''سلام'' ہوگا) اور ان کی دعا (ان کلمات پر) ختم ہوگی کہ ''تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو سب جہانوں کا پروردگار ہے۔''

لہذا قیامت پر اعتقاد رکھنے والا انسان جانتا ہے کہ یہ چند روزہ دنیوی زندگی یہیں تک محدود نہیں ہے بلکہ انسان کی ابدی زندگی کے مقابلے میں یہ دنیوی زندگی سمندر کے مقابلے میں قطرے کی حیثیت رکھتی ہے۔ قرآن مجید چند آیات میں دنیوی زندگی اور اُخروی زندگی کے درمیان موازنہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:

۱۔ سورۂ یونس، آیت ۱۰

'' وَمَا هَٰذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهْوٌ وَلَعِبٌ وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ''یعنی؛ اور (اے لوگو!) یہ دنیا کی زندگی کھیل اور تماشے کے سوا کچھ نہیں ہے، اور حقیقت میں آخرت کا گھر ہی (صحیح) زندگی ہے۔ کاش! وہ لوگ (یہ راز) جانتے ہوتے۔[۱]

'' اللهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ وَفَرِحُواْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا فِي الآخِرَةِ إِلاَّ مَتَاعٌ ''یعنی؛ اللہ جس کے لئے چاہتا ہے رزق کشادہ فرما دیتا ہے اور (جس کے لئے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے، اور وہ (کافر) دنیا کی زندگی سے بہت مسرور ہیں، حالانکہ دنیوی زندگی آخرت کے مقابلہ میں ایک حقیر متاع کے سوا کچھ بھی نہیں۔[۲]

'' يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انفِرُواْ فِي سَبِيلِ اللهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الأَرْضِ أَرَضِيتُم بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الآخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الآخِرَةِ إِلاَّ قَلِيلٌ ''یعنی؛ اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں (جہاد کے لئے) نکلو تو تم بوجھل ہو کر زمین (کی مادی و سفلی دنیا) کی طرف جھک جاتے ہو، کیا تم آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی سے راضی ہو گئے ہو؟ سو آخرت (کے مقابلہ) میں دنیوی زندگی کا ساز و سامان کچھ بھی نہیں مگر بہت ہی کم (حیثیت رکھتا ہے)۔[۳]

بنابریں قرآنی طرز زندگی انسان کو معنٰی اور مفہوم عطا کرکے اُسے زندگی کے ہدف سے آشنا کراتی ہے اور بیہودگی سے نجات دلاتی ہے کیونکہ معاد اور قیامت پر اعتقاد کی وجہ سے زندگی بامقصد ہو جاتی ایسا شخص جانتا ہے کہ خدا نے اُسے بیہودہ اور بے مقصد پیدا نہیں کیا اور اُس نے ایک دن خدا کی طرف لوٹ کر جانا ہے جہاں اُسے ابدی نعمتوں سے بہرہ مند ہونا اور زندگی میں نیکیوں کی وجہ سے جو مشکلات اور مصائب اُٹھائے اُن نیک اجر ملنا ہے۔'': أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا

۱۔ سورۂ عنکبوت، آیت ۶۴

۲۔ سورۂ رعد، آیت ۲۶

۳۔ سورۂ توبہ، آیت ۳۸

تُرْجَعُونَ ''یعنی؛ کیا تم نے خیال کرر کھاہے کہ تمہیں ہم نے عبث وبیودہ خلق کیاہے اور تم نے ہماری طرف لوٹ کر نہیں آنا۔[۱]

لہذامومن دنیوی زندگی کواُخروی زندگی کامقدمہ سمجھتاہےاوراس عقیدہ کے ساتھ قرآنی طرز زندگی میں تمام مشکلات آسان ہو جاتی ہیں اور انسان گناہوں کی نجاست سے محفوظ ہو جاتاہے اوراُس کی چندروزہ دنیوی زندگی بھی سکون واطمینان سے گزرتی ہے اور ابدی حیات میں بھی سکون وآسائش میسر ہوتی ہے۔

۲۔معاد پر ایمان اور خواہشات پر تسلط

انسان جب تک اس دنیا میں ہے اُس کی آرزوئیں اور خواہشیں بڑھتی ہی رہتی ہیں۔اگر یہ خواہشات اور شہوات انسان پر مسلط ہو جائیں اور ان بے حد وحساب خواہشات اور آرزوئیں کے سامنے کوئی رکاوٹ نہ ہو تو یہ انسان کو دنیا میں بھی بدبخت کر دیتی ہیں اور آخرت میں بھی انسان اپنی انہی کی وجہ سے عذاب الٰہی سے دوچار ہوتاہے۔اس لئے انسان کو اپنی خواہشات اور آرزوؤں کو قابو میں رکھنے کے لئے کسی نہ کسی قانون کا پابند ہوناپڑتاہے اور وہ قانون الٰہی ہے کہ جو انسان کی خواہشات کو معتدل کرتاہے اوراُن سے عاقلانہ استفادے کرنے کی راہ دکھاتاہے۔لہذاجب انسان کو عالم غیب پر ایمان اوراُخروی دنیاپر اعتقاد حاصل ہو جاتاہے اور وہ جان لیتاہے کہ یہ مادی دنیا بہت ہی محدود اور ناچیز ہے۔اگراُسے دنیا کا کوئی مقام ومنصب اور مال ودولت مل بھی جائے تواُسے ہمیشہ محفوظ رکھنا بہت مشکل ہے۔اسی طرح جب وہ جان لیتاہے کہ لذتیں اور خوشیاں فقط اسی مادی دنیاتک ہی محدود نہیں بلکہ اس کے ماوراء بھی انسان کو ابدی خوشیاں اور لذتیں میسر آسکتی ہیں تواس کے بعد وہ نہ ختم ہونے والی خواہشات کے سمندر میں غرق ہونے سے بچ جاتاہے اور اپنی لمبی خواہشوں اور آرزوؤں کو قابو میں رکھنے کی صلاحیت پیدا کرلیتاہے۔عقیدہ معاد انسان کو طولانی آرزوؤں سے نجات دلاتاہے اور خواہشات کی فراوانی کی وجہ سے پیدا ہونے والے اضطراب اور پریشانی سے بچالیتاہے۔لیکن جب انسان اپنی اُخروی اور ابدی حیات کا معتقد نہیں ہوتاتواُسے اس مادی دنیا کی وقتی لذتوں سے مکمل طور پر بہرہ مند نہ ہوسکنے کا بہت قلق ہوتاہے اور وہ زیادہ سے زیادہ مادی لذات سے بہرہ مند ہونے کے لئے

۱۔سورۂ مومنون، آیت ۱۱۵

ہاتھ پاؤں مارنے شروع کر دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ لذات کے بجائے مصائب و مشکلات سے دوچار ہو جاتا ہے۔ لیکن معاد اور روز آخرت کی جزا و ثواب پر ایمان اُس کی طرز معاشرت کو بدل دیتا ہے اور اُس کی زندگی میں ایک ٹھہراؤ پیدا ہو جاتا ہے۔ پیغمبر اکرم ﷺ فرماتے ہیں: ''ہمیشہ لذتوں کو ختم و تباہ کرنے والی چیز کو یاد رکھو، اصحاب نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ فرمایا: موت۔۔۔ موت سرائے آخرت کی پہلی منزل ہے اور زندگی کے مراحل کا آخری مرحلہ ہے۔[۱]

امام علی علیہ السلام موت کی یاد کو انسان کی اصلاح اور تربیت کا وسیلہ قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں: '' الا فاذکروا هادم اللّذات و منغّص الشهوات و قاطع الاُمنیات عند المساوَرةِ لِلاْعمالِ القبیحة ''یعنی؛ بُرے کاموں کا ارادہ کرتے وقت موت کو یاد کرو کہ جو لذتوں کو ختم کرنے والی ،شہوات و خواہشات کو کمزور کرنے والی اور آرزوؤں کو ختم کرنے والی ہے۔[۲]

قرآن کریم نے متعدد آیات میں معاد پر ایمان کے اسی قسم کے گہرے اثرات کی طرف اشارہ کیا ہے جیسا کہ مومن آل فرعون اپنی دنیا پرست قوم کو جو اسی بُری صفت کی وجہ سے انواع و اقسام کے ظالم و ستم کرنے کی عادی بن چکی تھی، نصیحت کرتے ہوئے اور دنیوی زندگی کی بے ثباتی اور سرائے آخرت کے ابدی ہونے کی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

> ''یَا قَوْمِ إِنَّمَا هَذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَإِنَّ الْآخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ''یعنی؛اے میری قوم! (اس دنیا سے دل نہ لگاؤ کیونکہ) دنیا کی زندگی بہت جلد گزر جانے والی متاع ہے اور سرائے آخرت ابدی اور دائمی ہے۔[۳]

فقط دنیا کے فانی ہونے اور آخرت کے دائمی ہونے کی بات نہیں بلکہ حساب و کتاب اور جزا و ثواب بہت اہم ہے۔ قرآن کے مطابق جو شخص بُرا فعل انجام دیتا ہے، اُسے اُسی قدر سزا ملتی ہے لیکن جو نیک عمل انجام دیتا ہے خواہ مرد ہو یا عورت، اگر وہ مومن ہے تو بہشت اُس کا ٹھکانہ ہے اور اُسے بے حد و حساب رزق دیا جائے گا۔

۱۔ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، ج ٦، ص ١٣٣، طبع مؤسسہ الوفاء، بیروت

۲۔ مفتی جعفر حسین، ترجمہ نہج البلاغہ، خطبہ ۹۹

۳۔ سورہ مؤمن، آیہ ۳۹)

اس آیہ مجیدہ میں جہاں اللہ تعالیٰ کے عدل وانصاف کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ وہ فقط جرم کرنے والے کے جرم کے مطابق ہی اُسے سزا دیتا ہے اور دوسری جانب اللہ تعالیٰ کے بے حد وحساب فضل وکرم کی اُمید دلائی گئی ہے کہ جو انسان کے نیک عمل کے مقابلے میں مومنین کو عطا کیا جائے گا۔اور پھر ایمان اور نیک عمل کے ایک ساتھ ہونے کو ضروری قرار دیا گیا ہے چونکہ مومنین کی سعادت مندانہ دنیوی اور اُخروی زندگی کے لئے فقط ایمان اور عقیدہ ہی کافی نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ نیک عمل بھی لازمی ہے۔علم وایمان اور نیک عمل ہی وہ دو پَر ہیں جن کے ساتھ مومن عالم ملکوت کی طرف پرواز کر سکتا ہے۔اس آیہ مجیدہ کا چوتھا نکتہ یہ کہ انسان مرد ہو یا عورت معنوی اجر وثواب کے لحاظ سے وہ دونوں برابر ہیں جو بھی انسان ایمان کے ساتھ نیک اعمال انجام دے گا وہی اللہ تعالیٰ کے بے انتہا فضل وکرم سے بہرہ مند ہو گا۔

قرآن مجید نے عقیدہ معاد رکھنے والے مومنین اور اس کے منکر کفار کی زندگی کی بہت سی مثالیں پیش کی ہیں۔چنانچہ قرآن مومنین کے ایسے گروہ کو یاد کرتا ہے کہ جو مال ودولت کے پجاری اور دنیوی زروق وبرق رکھنے والے قارون جیسی زندگی کی آرزو رکھنے والوں کے مقابلے میں کہتے تھے: ''وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللَّهِ خَيْرٌ لِّمَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا وَلَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الصَّابِرُونَ''[۱] یعنی؛ اور (دوسری طرف) وہ لوگ جنہیں علمِ (حق) دیا گیا تھا بول اٹھے: تم پر افسوس ہے اللہ کا ثواب اس شخص کے لئے (اس دولت وزینت سے کہیں زیادہ) بہتر ہے جو ایمان لایا ہو اور نیک عمل کرتا ہو، مگر یہ (اجر وثواب) صبر کرنے والوں کے سوا کسی کو عطا نہیں کیا جائے گا۔

روز آخرت پر ایمان نے ان مومنین کے فکری اُفق کو اس قدر وسعت عطا کر دی تھی کہ قارون کے بے حد وحساب خزانے اور جاہ وجلال کو وہ حقارت کی نظروں سے دیکھتے تھے اور ان دنیوی جلووں کو وہ اللہ تعالیٰ کے بے حد وحساب اجر وثواب کے مقابلے میں ہیچ سمجھتے تھے۔

بہر حال قرآن کے مطابق زندگی گزارنے والے انسان کے لئے اپنی خواہشات اور آرزوؤں پر قابو رکھنا اور اُن سے عاقلانہ استفادہ کرنا بہت آسان ہے اور وہ عقیدہ معاد کے سہارے خواہشات اور شہوات کے اس طوفان کا بہتر انداز میں مقابلہ کر سکتا ہے اور جو لوگ عقیدہ معاد سے محروم ہوتے ہیں

۱۔ سورہ قصص، آیہ ۸۰

،اُن کی دنیوی زندگی مشکلات وپریشانیوں سے دوچار ہوتی ہےاور وہ دنیا کی ہر نعمت سے بہرہ مند ہونے کے باوجود اضطراب وپریشانی کی زندگی گزارتے ہیں۔دوسری طرف موت کے بعد کی زندگی پر ایمان نہ ہونے کی وجہ سے ان کی آخرت بھی سراسر خسارے میں ہوگی ۔ایسے لوگوں کی پوری زندگی ناأمیدی اوراضطراب میں گزرتی ہے۔

۳۔ذہنی سکون اور اطمینان

قرآنی طرز زندگی میں عقیدہ معاد کا تیسرا اہم نتیجہ مومن کے ذہنی سکون اوراطمینان کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے ۔روز جزا پر ایمان رکھنے والا شخص ہمیشہ مطمئن ہوتا ہے اور دنیا کے تمام مشکلات ومصائب اور اہل ظلم وجور کی طرف سے ہونے والے مظالم کے مقابلے میں اطمینان رکھتا ہے۔اُسے یقین ہوتا ہے کہ اگر اس دنیا میں جبر وستم کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا تو ایک دن ایسا ضرور آئے گا جس دن ظالموں کو اُن کے تمام مظالم کا بدلہ مل جائے گا اور جس میں ذرہ بھر بھی کمی بیشی نہیں ہوگی۔

درحقیقت معونیت اور اخلاق سے منہ موڑنا اور مادیت اختیار کرنا انسانی فطرت اور قانون خلقت کے خلاف ہے۔عالم انسانیت اس وقت بہت سے بحرانوں سے گذر رہی ہے جس میں سب سے بڑا بحران معنویت کا بحران ہے جس کی وجہ سے دنیا کی ہر آسائش ہونے کے باوجود انسان بے سکون ہے اور وہ ذہنی سکون کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا ہے۔اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ آج مادیت میں ڈوبا ہوا انسان زندگی کو فقط دنیا میں ہی منحصر سمجھتا ہے اور دنیوی آسائشوں ہی کو اپنی زندگی کا سرمایہ قرار دیتا ہے،اُسے ماورائے دنیا کچھ بھی نظر نہیں آتا۔قرآن ایسے لوگوں کی زبان حال کو اس طرح بیان کرتا ہے:”وَقَالُوا مَا هِيَ إِلاَّ حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلاَّ الدَّهْرُ وَمَا لَهُم بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلاَّ يَظُنُّونَ “یعنی؛ اور وہ (دنیاپرست لوگ) کہتے ہیں: ہماری دنیوی زندگی کے سوا (اور) کچھ نہیں ہے ہم (بس) یہیں مرتے اور جیتے ہیں اور ہمیں زمانے کے (حالات وواقعات کے) سوا کوئی ہلاک نہیں کرتا (گویا خدا اور آخرت کا مکمل انکار کرتے ہیں)،اور انہیں اس (حقیقت) کا کچھ بھی علم نہیں ہے،وہ صرف خیال وگمان سے کام لے رہے ہیں۔[1]

۱۔سورہ جاثیہ،آیہ ۲۴

ایسے افراد، زندگی کے اس محدود سے عرصے میں بھی مختلف قسم کی سختیوں، غموں اور مشکلات سے بھری ہوتی ہے۔ایسے لوگوں پر ہمیشہ بے سکونی، نااُمیدی، افسردگی اور بے چینی، نفسیاتی اضطراب اور بے مقصد و بیہودہ زندگی کا احساس مسلط رہتا ہے۔ حتیٰ جب اُنہیں دنیا کی بہترین لذتیں اور آسائشیں میسر ہوتی ہیں، اُس وقت بھی وہ خوف اور وحشت کا شکار ہوتے ہیں اور ان وقتی لذتوں اور آسائشوں کے کھو جانے کا خوف اُن پر حاکم رہتا ہے۔قرآن ایسے لوگوں کے انجام کے بارے میں فرماتا ہے:

" وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَى"

یعنی؛ اور جس نے میرے ذکر (یعنی میری یاد اور نصیحت) سے روگردانی کی تو اس کے لئے دنیاوی معاش (بھی) تنگ کر دیا جائے گا اور ہم اسے قیامت کے دن (بھی) اندھا اٹھائیں گے۔[1]

لیکن قدرت کا نظام کچھ اس طرح ہے کہ اس دنیا میں انسان جو کچھ چاہتا ہے، ضروری نہیں ویسا ہی ہو اور جس چیز کی خواہش کرے ضروری نہیں، اُسے پا بھی لے۔اس لئے دنیا میں انسان کو بہت سے چیزوں سے محروم ہونا پڑتا ہے اور بہت سے موقعوں پر ناکامی اور شکست کا منہ دیکھنا پڑتا ہے اور بعض اوقات اُس کی مادی سعی و کوشش نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوتی۔اس لئے انسان کو اس مادی دنیا کے علاوہ کسی اور دنیا میں اپنی محرومیوں اور ناکامیوں کا ازالہ کرنے کی ضرورت ہے جس کے لئے ایک اور دنیا کی ضرورت جسے دین کی زبان میں عالم آخرت کہتے ہیں، جس پر ایمان رکھنے والے ہی دنیا کی ناکامیوں اور محرومیوں کو تحمل کرنے کی طاقت رکھتے ہیں اور روز آخرت پر ایمان کے سائے ہی میں سکون و اطمینان کے ساتھ مادی زندگی گذارا سکتے ہیں۔قرآن اس بارے میں فرماتا ہے:

" أَفَمَن شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَى نُورٍ مِّن رَّبِّهِ فَوَيْلٌ لِّلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُم مِّن ذِكْرِ اللَّهِ أُوْلَئِكَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ "یعنی؛ بھلا اللہ نے جس شخص کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیا ہو تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر (فائز) ہو جاتا ہے، (اس کے

۱۔ سورہ طہ، آیہ ۱۲۴

برعکس) پس اُن لوگوں کے لئے ہلاکت ہے جن کے دل اللہ کے ذکر (کے فیض) سے (محروم ہوکر) سخت ہوگئے، یہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔[۱]

اس آیہ مجیدہ کے مطابق دین اسلام کے اعتقادات انسان کو شرح صدر عطا کرتے ہیں اور ایمان کے سائے میں وہ نور الٰہی سے بہرہ مند ہو جاتا ہے اور سکون و اطمینان کے ساتھ زندگی گذارتا ہے اس کے برعکس ایمان سے خالی انسان ہمیشہ سراب کے پیچھے بھاگتا رہتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید نے اہل کفر کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

"وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً حَتَّى إِذَا جَاءَهُ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا وَوَجَدَ اللَّهَ عِنْدَهُ فَوَفَّاهُ حِسَابَهُ وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ. أَوْ كَظُلُمَاتٍ فِي بَحْرٍ لُجِّيٍّ يَغْشَاهُ مَوْجٌ مِنْ فَوْقِهِ مَوْجٌ مِنْ فَوْقِهِ سَحَابٌ ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ إِذَا أَخْرَجَ يَدَهُ لَمْ يَكَدْ يَرَاهَا وَمَنْ لَمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِنْ نُورٍ "۔"اور کافروں کے اعمال چٹیل میدان میں سراب کی مانند ہیں جس کو پیاسا پانی سمجھتا ہے۔ یہاں تک کہ جب اس کے پاس آتا ہے تو اسے کچھ (بھی) نہیں پاتا (اسی طرح اس نے آخرت میں) اللہ کو اپنے پاس پایا مگر اللہ نے اس کا پورا حساب (دنیا میں ہی) چکا دیا تھا، اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے۔ یا (کافروں کے اعمال) اس گہرے سمندر کی تاریکیوں کی مانند ہیں جسے موج نے ڈھانپا ہوا ہو (پھر) اس کے اوپر ایک اور موج ہو (اور) اس کے اوپر بادل ہوں (یہ تہ در تہ) تاریکیاں ایک دوسرے کے اوپر ہیں، جب (ایسے سمندر میں ڈوبنے والا کوئی شخص) اپنا ہاتھ باہر نکالے تو اسے (کوئی بھی) دیکھ نہ سکے، اور جس کے لئے اللہ ہی نے نورِ (ہدایت) نہیں بنایا تو اس کے لئے (کہیں بھی) نور نہیں ہوتا"۔[۲]

مادی اقدار اور معیار کے مطابق ان باتوں کو سمجھنا مشکل ہے کیونکہ مادی انسان اپنی کوشش اور توانائی کو ہی سب کچھ سمجھتا ہے، لیکن جب زندگی کے بعض مرحلوں میں اُسے ناکامی و شکست کا منہ دیکھنا پڑتا ہے اور قرآن کے بقول وہ اپنے اعمال کے سراب کے پیچھے بھاگتا ہے تو نزدیک پہنچ کر اُسے کچھ بھی نظر نہیں آتا، اس وقت پریشانی اور اضطراب سے دوچار ہو جاتا ہے اور اپنے تمام کاموں کو بے نتیجہ دیکھ کر بے سکونی اور بے چینی اُس پر مسلط ہو جاتی ہے۔ لیکن روز آخرت پر ایمان رکھنے والے

۱۔ سورہ زمر، آیہ ۲۲

۲۔ سورہ نور، آیہ ۳۹، ۴۰

کبھی بھی اپنے اعمال سے مایوس نہیں ہوتے چونکہ اُنہیں ایک ایسے دن کا انتظار ہوتا ہے جس دن اُنہیں اپنے ذرہ ذرہ عمل کا اجر ملنے والا ہے۔"فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ "یعنی: تو جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہو گی وہ اسے دیکھ لے گا۔[1]

بہر حال ان سب پریشانیوں کا بنیادی سبب زندگی کے بے مقصد ہونے کا احساس ہے۔ جب انسان میں یہ احساس پیدا ہو جائے اور وہ زندگی کی بے شمار مشکلات کے مقابلے میں کوئی معنوی پناہ گاہ نہ دیکھے تو اُس کا پورا وجود نااُمیدی، پریشانی، بے چینی اور اضطراب سے دوچار ہو جاتا ہے۔اس کے مقابلے میں ایمان دار انسان سکون اور چین کی زندگی گذارتا ہے چونکہ اُسے اپنے ذخیرہ شدہ اعمال کا سہارا حاصل ہوتا ہے جنہیں وہ روز آخرت دیکھے گا اور اُن کا اجر پائے گا۔اس لئے روز قیامت پر ایمان انسان کے لئے سکون واطمینان کا باعث بنتا ہے اور وہ اپنے مستقبل کو تابناک اور روشن پاتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ جو لوگ عالم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور فقط دنیوی کامیابیوں اور لذتوں ہی کو اہمیت دیتے ہیں، مختلف پہلوؤں سے پریشان ہوتے ہیں:

۱۔اپنی خواہشات تک پہنچنے میں قانونی،اجتماعی اور قدرتی رکاوٹوں کی وجہ سے ناکامی وشکست کا احساس اُنہیں ہمیشہ پریشان رکھتا ہے۔

۲۔دنیوی زندگی میں قدرتی طور پر آنے والی مشکلات اور مصائب مادی انسان کی پریشانی و بے چینی کا باعث بنتے ہیں۔

۳۔ایسے لوگ موت کو زندگی کا خاتمہ سمجھتے ہیں لہذا موت کے تصور ہی سے اُن کی روح کانپنے لگتی ہے اور اُن پر بے سکونی واضطراب کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

اس کے برعکس روز آخرت پر راسخ ایمان رکھنے والے لوگ کبھی بھی پریشانی اور بے چینی سے دوچار نہیں ہوتے کیونکہ اُن کے نزدیک دنیوی زندگی ایک کھیتی کی مانند ہے جس میں وہ اپنی ابدی زندگی کے لئے فصل کاشت کرتے ہیں:"اِنَّ الدُنیا مزرعة الآخرة "دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔[2] اسی طرح وہ اس قرآنی منطق پر ایمان کامل رکھتے جس کے مطابق:" وَمَا هَٰذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهْوٌ

۱۔سورہ زلزال،آیہ ۷

۲۔مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، ج ۶۷، ص ۲۲۵، طبع مؤسسہ الوفاء، بیروت، میزان الحکمۃ، ج ۲، کلمہ دنیا

وَلَعِبٌ وَإِنَّ الدَّارَ الآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ "۔"اور یہ دنیا کی زندگی کھیل اور تماشے کے سوا کچھ نہیں ہے، اور حقیقت میں آخرت کا گھر ہی (صحیح) زندگی ہے۔ کاش! وہ لوگ (یہ راز) جانتے ہوتے"۔[۱]

دوسری بات یہ کہ مومنین کے نزدیک رضائے الٰہی کی خاطر دنیا کی مشکلات اور مصائب کو برداشت کرنا، اُخروی اجر وثواب کا باعث بنتا ہے جیسا کہ قرآن مجید کا ارشاد ہے: " الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُواْ إِنَّا لِلّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعونَ أُولَئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ "۔"جن پر کوئی مصیبت پڑتی ہے تو کہتے ہیں: بیشک ہم بھی اللہ ہی کا (مال) ہیں اور ہم بھی اسی کی طرف پلٹ کر جانے والے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے پے در پے نوازشیں ہیں اور رحمت ہے، اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔[۲]

تیسری اہم بات یہ کہ عقیدہ معاد کے مطابق موت زندگی کا خاتمہ نہیں بلکہ ایک ابدی حیات میں داخل ہونے کا دروازہ ہے جیسا امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں: " أَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا وَ اِيَّاكُمْ خُلِقْنَا لِلْبَقَاءِ لا لِلْفَنَاء، لَكِنَّكُمْ مِنْ دارٍ اِلى دارٍ تُنْقَلُونْ "یعنی؛ اے لوگو! ہم اور تم سب بقا اور ابدیت کے لئے خلق ہوئے ہیں نہ فنا اور نابودی کے لئے، لیکن تم لوگ (موت کے ذریعے) ایک عالم سے دوسرے عالم کی طرف منتقل ہوتے ہو۔[۳]

۴۔ عقیدۂ معاد، مانع گناہ ہے

معاد پر ایمان کا ایک اور اثر یہ ہے کہ انسان اس عقیدے کی وجہ سے نیک اعمال کی طرف راغب اور گناہوں سے دور ہو جاتا ہے۔ جس شخص کو دنیوی زندگی کے بعد ایک ابدی زندگی کا یقین ہو اور یہ بھی جانتا ہو کہ دنیوی زندگی میں انجام پانے والے اعمال ہی سے اُخروی زندگی تشکیل پائے گی تو وہ کبھی بھی نیک اعمال کی انجام دہی سے پہلو تہی نہیں کرے اور گناہوں سے اجتناب کرنے بھی سستی سے کام نہں لے گا۔ اس سلسلے میں امام خمینیؒ لکھتے ہیں: "آیا ممکن ہے کوئی شخص جہنم اور اس کی آگ

۱۔ سورہ عنکبوت، آیہ ۶۴

۲۔ سورہ بقرہ، آیات ۱۵۷،۱۵۶

۳۔ شیخ مفید، الارشاد، ج ۱، ص ۲۳۸، ۱۴۱۶ھ (۱۹۹۵ء) موسسہ اہل البیت لاحیاء التراث، بیروت، بحار الانوار، ج ۷۳، ص ۹۶

کے دائمی ہونے کا احتمال رکھتا ہو، اس کے باوجود برائی کا ارتکاب کرے؟ آیا یہ کہہ سکتے ہیں کہ کوئی خداوند متعال کو حاضر و ناظر جانتا ہو، اپنے آپ کو محضر ربوبی میں دیکھتا ہو اور جانتا ہو کہ اس کے قول و فعل پر جزا و سزا ہے، حساب و عقاب ہے، اس دنیا میں وہ جو بھی بات کرتا ہے، جو بھی قدم اٹھاتا ہے، جو بھی عمل انجام دیتا ہے وہ لکھا جاتا ہے، خداوند کے رقیب و عتید ملائکہ اس کے نگران ہیں اور اس کے تمام اقوال و اعمال ثبت کرتے ہیں، ان سب باتوں کے باوجود وہ برے اعمال کے ارتکاب سے کسی قسم کا باک نہ رکھتا ہو؟"[1]

عالم آخرت پر ایمان سے جس قدر گمراہ، فاسد اور گناہگار افراد کی اصلاح ہو سکتی ہے اتنی کسی اور عدالت اور سزا و جزا کے نظام کے ذریعے نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح آخرت کی جزا اور ثواب پر ایمان کے اثرات سے جس قدر انسان نیکیوں اور اخلاق عالیہ کی طرف راغب ہو سکتے ہیں، اتنا کسی اور انعام و اکرام سے نہیں ہو سکتے۔ آخرت کا خوف انسان کو بہت سے گناہوں سے محفوظ رکھنے میں اور نیک اعمال بجالانے میں اور اُس کی معاشرتی زندگی کو سنوارنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ بشرطیکہ کہ انسان آخرت پر ایمان راسخ رکھتا ہو اور عقیدہ معاد سے اچھی طرح آگاہ ہو، قرآن مجید کی بہت سی آیات میں انسان کو آخرت کے عذاب کی سختی سے ڈرایا گیا ہے اور بہت سی آیات میں اُخروی جزا و ثواب کی اُمید دلائی گئی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں آیا ہے: "وَاتَّقُواْ يَوْماً لاَّ تَجْزِي نَفْسٌ عَن نَّفْسٍ شَيْئاً وَّلاَ يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلاَ يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلاَ هُمْ يُنصَرُونَ "یعنی: اور اُس دن سے ڈرو جس دن کوئی جان کسی دوسرے کی طرف سے کچھ بدلہ نہ دے سکے گی اور نہ اس کی طرف سے (کسی ایسے شخص کی) کوئی سفارش قبول کی جائے گی (جسے اِذنِ الٰہی حاصل نہ ہو گا) اور نہ اس کی طرف سے (جان چھڑانے کے لئے) کوئی معاوضہ قبول کیا جائے گا اور نہ (اَمرِ الٰہی کے خلاف) ان کی اِمداد کی جا سکے گی۔[2]

اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا: "وَلَوْ أَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الأَرْضِ لاَفْتَدَتْ بِهِ وَأَسَرُّواْ النَّدَامَةَ لَمَّا رَأَوُاْ الْعَذَابَ وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ وَهُمْ لاَ يُظْلَمُونَ "یعنی: اگر ہر ظالم شخص کی

۱۔ امام خمینی، جہاد اکبر، ص ۵۰، نشر آثار امام خمینی، تہران

۲۔ سورہ بقرہ، آیہ ۴۸

ملکیت میں وہ (ساری دولت) ہو جو زمین میں ہے تو (اس دن) وہ یقیناً اسے (اپنی جان چھڑانے کے لئے) عذاب کے بدلہ میں دے ڈالے، اور (ایسے لوگ) جب عذاب کو دیکھیں گے تو اپنی ندامت چھپاتے پھریں گے اور ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں ہو گا۔[۱]

پھر فرمایا: ''لِيَجْزِي اللهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ إِنَّ اللهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ'' یعنی؛ تاکہ اللہ ہر شخص کو ان (اعمال) کا بدلہ دے دے جو اس نے کما رکھے ہیں۔ بیشک اللہ حساب میں جلدی فرمانے والا ہے۔[۲]

یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کے نزدیک تمام گناہوں اور نافرمانیوں کا سرچشمہ روز آخرت سے غفلت اور قیامت کی فراموشی ہے:

> ''فَذُوقُوا بِمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا إِنَّا نَسِينَاكُمْ وَذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ'' یعنی؛ پس (اب) تم مزہ چکھو کہ تم نے اپنے اس دن کی پیشی کو بھلا رکھا تھا، بیشک ہم نے تم کو بھلا دیا ہے اور اپنے ان اعمال کے بدلے جو تم کرتے رہے تھے دائمی عذاب چکھتے رہو۔[۳]

بعض روایات میں آیا ہے کہ اگر انسان کو روز قیامت کے بارے میں ذرہ بھر گمان بھی ہو تو وہ اپنی روز مرہ زندگی میں بہت سے گناہوں اور بُرے اعمال سے بچ جاتا ہے اور اس کی طرز زندگی دوسروں کے لئے امن و سلامتی کا پیغام بن جاتی ہے۔

۵۔ بیداری اور احساس ذمہ داری

روز آخرت پر ایمان انسان میں بیداری اور احساس ذمہ داری پیدا کرتا ہے، اس کے برعکس جو لوگ عقیدہ معاد سے عاری ہوتے ہیں یا جن میں یہ عقیدہ کمزور ہوتا، وہ نہ تو اپنے بارے میں احساس ذمہ داری کرتے ہیں اور نہ اپنے ارد گرد ماحول اور معاشرے کے حقوق ادا کرنے کی سعی کرتے ہیں

۱۔ سورہ یونس، آیہ ۵۴
۲۔ سورہ ابراہیم، آیہ ۵۱
۳۔ سورۂ السجدہ، آیہ ۱۴

۔جس معاشرے میں اُخروی دنیا پر اعتقاد عام ہو اس میں جرائم بہت حد تک کم ہوتے ہیں اور ہر انسان دوسروں کے حقوق ادا کرنے کی سعی کرتا ہے۔روز آخرت پر ایمان رکھنے والا انسان ایک بیدار اور ہوشیار انسان سمجھا جاتا ہے۔یہ عقیدہ انسان کے تمام کردار اور افکار کو تحت الشعاع قرار دیتا ہے اور اُسے ہر کام کے مقابلے میں جوابدہ بنا دیتا ہے۔قرآن مجید انسان میں احساس ذمہ داری پیدا کرنے کے لئے انکار و عتاب آمیز لہجے میں فرماتا ہے: " أَيَحْسَبُ الْإِنسَانُ أَن يُتْرَكَ سُدًى "یعنی: کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ اُسے بے کار (بغیر حساب و کتاب کے) چھوڑ دیا جائے گا۔(۱) اسی طرح عقیدہ معاد کے ذریعے انسان میں جوابدہی اور احساس ذمہ داری پیدا کرتے ہوئے قرآن مجید فرماتا ہے: " فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ۔ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ "یعنی: سو آپ کے رب کی قسم! ہم ان سب سے ضرور پرسش کریں گے۔ ان اعمال سے متعلق جو وہ کرتے رہے تھے۔(۲)

روز آخرت پر ایمان رکھنے والا مومن جانتا ہے کہ وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی عدالت میں حاضر ہوگا اور اُسے اپنے اعمال کے بارے میں جواب دینا پڑے گا اور اُس کی جوابدہی کا دائرہ بہت وسیع ہوگا اُسے چھوٹے بڑے کاموں کا جواب دینا پڑے گا: "لِّلَّهِ ما فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَإِن تُبْدُوا مَا فِي أَنفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُم بِهِ اللهُ فَيَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ وَاللهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ "یعنی: جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے سب اللہ کے لئے ہے، وہ باتیں جو تمہارے دلوں میں ہیں خواہ انہیں ظاہر کرو یا انہیں چھپاؤ اللہ تم سے اس کا حساب لے گا، پھر جسے وہ چاہے گا بخش دے گا اور جسے چاہے گا عذاب دے گا، اور اللہ ہر چیز پر کامل قدرت رکھتا ہے۔(۳)

قیامت کے بارے میں اعتقادات کا ایک اہم ترین جز تجسم اعمال کا عقیدہ ہے، یعنی ہمارے چھوٹے بڑے اعمال قیامت کے دن مجسم ہو جائیں گے اور ہم اپنے کئے ہوئے اعمال کو دیکھیں گے لہذا اس وقت ہم اپنے کسی بھی کام کے بارے میں انکار نہیں کر سکیں۔جیسا کہ سورۂ زلزال میں آیا ہے: "يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا لِّيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ۔ فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ۔ وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ "۔یعنی: اس دن لوگ مختلف گروہ بن کر (جدا جدا حالتوں کے ساتھ)

۱۔سورہ قیامت، آیہ ۳۶

۲۔سورہ حجر، آیہ ۹۲، ۹۳

۳۔سورہ بقرہ، آیہ ۲۸۴

نکلیں گے تاکہ انہیں ان کے اَعمال دکھائے جائیں۔ تو جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہو گی وہ اسے دیکھ لے گا۔ اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہو گی وہ اسے (بھی) دیکھ لے گا۔[1]

پھر فرمایا: '' وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَإِن كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفَىٰ بِنَا حَاسِبِينَ ''یعنی؛ اور ہم قیامت کے دن عدل وانصاف کے ترازو رکھ دیں گے سو کسی جان پر کوئی ظلم نہ کیا جائے گا، اور اگر (کسی کا عمل) رائی کے دانہ کے برابر بھی ہو گا (تو) ہم اسے (بھی) حاضر کر دیں گے، اور ہم حساب کرنے کو کافی ہیں۔[2]

اس لحاظ سے دیکھا جائے تو قرآنی طرز زندگی میں انسان کی عمر کا لحظہ لحظہ قیمتی ہوتا ہے کیونکہ انسان نے زندگی کے ہر لحظے کا جواب دینا ہے اور زندگی کی ہر فرصت سے اپنے سفر آخرت کے لئے سامان فراہم کرنا ہے۔ چونکہ وہ ایسے عدالت میں جا رہا ہے جہاں اُس نے ہر چیز کے بارے میں جوابدہ ہونا ہے۔

۶۔ عقیدہ معاد اور انسان کی معاشی زندگی

عقیدہ معاد سے ہماری معاشی اور اقتصادی زندگی پر بھی گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ روز آخرت پر ایمان رکھنے کی وجہ سے انسان کی تمام معاشی جدوجہد الٰہی رنگ اختیار کر لیتی ہے اور وہ شریعت کے دائرے میں رہ کر کاروبار اور تجارت کرتا ہے اور اس دوران کسی پر ظلم نہیں کرتا، کسی کا ناحق مال نہیں کھاتا، ناپ تول میں کمی نہیں کرتا اور لوگوں کو ملاوٹ والا مال فروخت نہیں کرتا اور نہ ہی عوام الناس کی ضرورت کا سامان ذخیرہ کرتا ہے۔ اگر ایک تاجر میں یہ سب خصوصیات پیدا ہو جائیں تو یہ شخص عوام الناس کے لئے باعث برکت اور معاشی امن وسکون کا فرشتہ بن جاتا ہے۔ دوسری طرف لوگوں کا اس کے بارے میں اعتبار واحترام بھی بڑھ جاتا ہے اور اس کے کاروبار میں برکت بڑھ جاتی ہے، ایسا تاجر بہتر دنیوی زندگی سے بھی بہرہ مند ہوتا ہے اور بے حد وحساب اُخروی اجر ثواب کا بھی مستحق قرار پاتا ہے۔ معاد پر ایمان رکھنے والا تاجر جانتا ہے کہ ایک دن اُس سے ہر منافع کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ اُس نے یہ منافع کس طرح حاصل کیا ہے اور اسے کہاں خرچ کیا ہے۔ پیغمبر

۱۔ سورۂ زلزال، آیت ۸،۷،۶

۲۔ سورۂ انبیاء، آیہ ۴۷

اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: "لا یَزُولُ قَدَمُ عَبْدٍ یَوْمَ الْقِیامَۃِ حَتَّی یُسْأَلَ عَنْ اَرْبَعٍ ... وَ عَنْ مالِہِ مِمّا اکْتَسَبَہُ وَ فیما أَنْفَقَہُ" یعنی؛ بندہ قیامت کے دن قدم کے بعد قدم نہیں اُٹھاتا یہاں تک کہ اس سے چار چیزوں کے بارے پوچھا جاتا ہے ۔۔۔ اُس کے مال کے بارے میں کہ کہاں سے لائے ہو اور اسے کہاں خرچ کیا ہے۔[1]

عقیدہ معاد کی وجہ سے انسان دوسروں کے مال پر تجاوز کرنے سے بچ جاتا ہے کیونکہ اُسے دوسروں کا ناحق مال کھانے کے عذاب کا یقین ہوتا ہے خصوصاوہ مال یتیم سے پرہیز کرتا ہے چونکہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے فرمان کے مطابق مال یتیم کھانا، آتش جہنم کھانے کے مترادف ہے : چنانکہ امام علیہ السلام فرماتے ہیں: "اگر کوئی شخص دو درہم جتنا (کہ جو بہت ہی ناچیز ہے) مال یتیم ،غصب کرے گا، تو اس کی سزا جہنم ہے۔"[2]

اسی طرح عقیدہ معاد کی وجہ سے ناپ تول اور دوسروں کو دھوکہ وفریب دینے کے واقعات میں کمی واقع ہو جاتی ہے چونکہ روز آخرت پر ایمان رکھنے والے تاجر جانتے ہیں کہ قرآن مجید کے مطابق : "وَیْلٌ لِلْمُطَفِّفینَ الَّذینَ اِذَا اکْتالُوا عَلَی النَّاسِ یَسْتَوْفُونَ وَ اِذا کالُوھُمْ اَوْ وَزَنُوھُمْ یُخْسِرُونَ اَلا یَظُنُّ اُولئِکَ اَنَّھُمْ مَبْعُوثُونَ لِیَوْمٍ عَظیمٍ "۔یعنی؛ بربادی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے۔ یہ لوگ جب (دوسرے) لوگوں سے ناپ لیتے ہیں تو (ان سے) پورا لیتے ہیں۔ اور جب انہیں (خود) ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو گھٹا کر دیتے ہیں۔ کیا یہ لوگ اس بات کا یقین نہیں رکھتے کہ وہ (مرنے کے بعد دوبارہ) اٹھائے جائیں گے۔ایک بڑے سخت دن کے لئے۔[3]

عقیدہ معاد کے نتیجے میں انسان بعض معاشی اخلاقیات کا پابند ہو جاتا ہے اور فقیر، تنگ دست، محروم اور نادار افراد کی مدد کرنے اور راہ خدا میں انفاق کرنے میں کسی قسم کے بخل سے کام نہیں لیتا ہے ،اُسے یقین ہوتا ہے اگر آج وہ اپنے دنیوی مال میں سے ایک دے گا تو کل قیامت کے دن اس کے دس گنا زیادہ ثواب پائے گا۔مومن کی کی نظر میں قیامت کا دن ہر نیک عمل کی بازگشت کا دن ہے جیسا

۱۔ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، ج ۷۲، ص ۱۳۴ طبع مؤسسہ الوفاء، بیروت

۲۔ بحرانی، سید ہاشم، البرہان فی تفسیر القرآن، مجلد ۲، جز رابع ص ۱۷۷، ذیل آیہ دہم سورۂ نساء، موسسۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت

۳۔ سورۂ مُطَفِّفین، آیہ ۱۔۵

کہ قرآن مجید کاارشاد ہے: ''وَ ما تُنفِقُوا مِنْ خَيْرٍ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَ اَنْتُمْ لاتُظْلَمُونَ ''یعنی اور تم جو مال بھی خرچ کروگے (اس کا اجر) تمہیں پورا پورا دیا جائے گا اور تم پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔[1]

بہت سی دوسری آیات اور روایات میں عقیدہ معاد کے معاشی اثرات ذکر ہوئے ہیں یہاں ہم قرآن مجید سے ایک اور آیہ مجیدہ پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ جس میں نماز، زکات اور ذکر خدا میں معاد پر اعتقاد کے اثر کو کوئی اور دنیوی معاملہ نہیں روک سکتا:

''رِجالٌ لاتُلْهيهِمْ تِجارَةٌ وَ لابَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّهِ وَ اقامِ الصَّلاةِ وَ ايتاءِ الزَّكاةِ يَخافُونَ يَوْماً تَتَقَلَّبُ فيهِ الْقُلُوبُ وَ الْاَبْصارُ ''یعنی؛(اللہ کے اس نور کے حامل) وہی مردانِ (خدا) ہیں جنہیں تجارت اور خرید و فروخت نہ اللہ کی یاد سے غافل کرتی ہے اور نہ نماز قائم کرنے سے اور نہ زکوٰۃ ادا کرنے سے (بلکہ دنیوی فرائض کی ادائیگی کے دوران بھی) وہ (ہمہ وقت) اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں (خوف کے باعث) دل اور آنکھیں (سب) الٹ پلٹ ہو جائیں گی۔[2]

بہر حال جو معاشرہ روز جزا و سزا پر ایمان رکھتا ہے وہ کبھی بھی طولانی خواہشات اور آرزوؤں اور بُرے اعمال کا شکار نہیں ہوتا اور ہمیشہ اپنے اقتصادی اور معاشی معاملات کو عقل و شریعت کے مطابق انجام دیتا ہے اور کمزوروں اور ناداروں کے ساتھ تعاون میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتا اس کے مقابلے میں بعض لوگ فقط دنیا کی چند روز زندگی کو ہی اپنا مقصد سمجھتے ہیں اور مال و دولت ہی کو حقیقی سعادت سمجھتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں کچھ لوگ اسی قسم کا عقیدہ رکھتے تھے، اُنھوں نے جب قارون کو دیکھا تو اپنے اسی قلبی عقیدے کا اظہار کرتے ہوئے کہا: ''يا لَيْتَ لَنا مِثْلَ ما اُوتِيَ قارُونُ اِنَّهُ لَذُو حَظٍّ عَظيمٍ ''یعنی؛اے کاش! ہمارے لئے (بھی) ایسا (مال و متاع) ہوتا جیسا قارون کو دیا گیا ہے، بیشک وہ بڑے نصیب والا ہے۔[3]

۱۔ سورۂ بقرہ آیہ ۲۷۲

۲۔ سورۂ نور آیہ ۳۷

۳۔ سورۂ قصص، آیہ ۷۹

لیکن ان کے جواب میں بنی اسرائیل کے مومنین نے کہ جو عقیدہ معاد کے حامل تھے اور مسائل دین کے بارے میں حقیقی بصیرت رکھتے تھے اور مال و دولت کو ایک فرعی چیز سمجھتے تھے، کہا: '' وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللَّهِ خَيْرٌ لِّمَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا وَلَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الصَّابِرُونَ ''یعنی: '' تم پر افسوس ہے اللہ کا ثواب اس شخص کے لئے (اس دولت و زینت سے کہیں زیادہ) بہتر ہے جو ایمان لایا ہو اور نیک عمل کرتا ہو، مگر یہ (اجر و ثواب) صبر کرنے والوں کے سوا کسی کو عطا نہیں کیا جائے گا۔''[۱]

قرآن مجید انتہائی صراحت کے ساتھ مبدا و معاد کے انکار کو انسانی احساسات کی تباہی کا سبب قرار دیتا ہے چونکہ معاد کے منکرین، یتیموں کے معاملے میں انتہائی سنگدل بن جاتے ہیں اور مشکل وقت میں اُن کی مدد کرنے سے اجتناب کرتے ہیں: '' أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ فَذَٰلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ''یعنی کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو دین کو جھٹلاتا ہے۔ تو یہ وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے (یعنی یتیموں کی حاجات کو ردّ کرتا اور انہیں حق سے محروم رکھتا ہے۔ اور محتاج کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا (یعنی معاشرے سے غریبوں اور محتاجوں کے معاشی اِستحصال کے خاتمے کی کوشش نہیں کرتا)۔[۲]

بنا بریں انسان کی جد و جہد کو صحیح رخ دینے والا بنیادی ترین عقیدہ، عقیدہ معاد ہے۔ جبکہ قرآن کے مطابق فقط گناہگار اور گمراہ لوگ ہی روز آخرت کا انکار کرتے ہیں: '' وَمَا يُكَذِّبُ بِهِ إِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ''یعنی: اور اسے کوئی نہیں جھٹلاتا سوائے ہر اس شخص کے جو سرکش و گنہگار ہے۔[۳]-[۴]

۷۔ عقیدہ معاد؛ انسانی شجاعت و شہامت کا سبب

روز آخرت پر ایمان اور عقیدہ معاد انسان کی روح میں ایسا انقلاب برپا کر دیتا ہے کہ جس کی وجہ سے انسان ہر قسم کے ڈر اور خوف کا مقابلہ کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ وہ نہ تو معاشرے کی طرف سے عائد ہونے والی سنگین ذمہ داریوں سے گھبراتا ہے اور نہ دشمن کی دھمکیوں سے ڈرتا ہے۔ مومن انسان تمام مشکلات کے مقابلے میں پہاڑ جیسی استقامت رکھتا ہے اور کسی قسم کی بے عدالتی، ظلم و ستم

۱۔ سورۂ قصص، آیہ ۸۰

۲۔ سورۂ ماعون، آیہ ۱۔ ۳

۳۔ سورہ مطففین، آیہ ۱۲

۴۔ معاد شناسی، ص ۲۱، گروہی از نویسدگان، سوفٹ ویئر زمزم

کو قبول نہیں کرتا چونکہ وہ موت پر یقین رکھتا ہے اور اس کا اعتقاد ہوتا ہے کہ انسان کا ہر اچھا بُرا عمل اجر وثواب رکھتا ہے جو اُسے موت کے بعد دیکھنا پڑے گا۔ عالم آخرت کی عدالت پر اعتقاد کی وجہ سے انسان دنیا میں کسی پر ظلم وستم نہیں کرتا اور معمولی واقعات اور دوسروں کی طرف سے ہونے والی زیادتیوں کو بڑی شجاعت کے ساتھ نظر انداز کر دیتا ہے۔ لیکن جب اپنے دین اور شرف انسانیت کی بات آتی ہے تو پوری شجاعت وشہامت کے ساتھ دین اور شرف انسانیت کے دشمنوں کے مقابلے میں کھڑا ہو جاتا ہے اور اپنی جان تک قربان کرنے سے گریز نہیں کرتا۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کی جنگوں سے لیکر امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے ہمراہ لڑی جانے والی جنگوں کو دیکھیں کہ جب ان ذوات مقدسہ کے جانثار اصحاب نے روز آخرت پر ایمان ہی کی وجہ سے شجاعت وشہامت کے وہ جوہر دکھائے کہ جو رہتی دنیا تک زبان زد خاص وعام ہیں۔ کربلا میں شب عاشور ۱۳ سالہ قاسم بن حسنؑ کی زبان سے موت کے بارے میں شہد جیسی خوبصورت تعبیر روز آخرت پر ایمان راسخ ہی کی وہ بہترین مثال ہے کہ جس کی نظیر کہیں اور نہیں ملتی۔ شب عاشور شہدائے کربلا کے چہروں پر خوشی ومسرت کے تاثرات، اُن کے شوق شہادت اور عالم آخرت کی طرف سفر کی آمادگی کہ بہترین مثال ہیں۔ عقیدہ معاد پر ایمان رکھنے کی وجہ سے خواہ قلیل ہی کیوں نہ ہوں، اُنہیں موت کی طرف بڑھنے سے کوئی طاقت نہیں روک سکتی چونکہ اُن کے نزدیک موت، فنا نہیں ابدی حیات ہے۔ ایسے لوگ قلیل تعداد میں ہونے کے باوجود صبر واستقامت کے پہاڑ بن جاتے ہیں اور آخرت پر ایمان سے عاری کثیر تعداد پر بھاری ہو جاتے ہیں:

"قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلَاقُو اللهِ كَم مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللهِ وَاللهُ مَعَ الصَّابِرِينَ" یعنی جو لوگ یہ یقین رکھتے تھے کہ وہ (شہید ہو کر یا مرنے کے بعد) اللہ سے ملاقات کا شرف پانے والے ہیں، کہنے لگے: کئی مرتبہ اللہ کے حکم سے تھوڑی سی جماعت (خاصی) بڑی جماعت پر غالب آجاتی ہے، اور اللہ صبر کرنے والوں کو اپنی معیّت سے نوازتا ہے۔ [1]

۱۔ سورۂ بقرہ، آیہ ۲۴۹

یہ تو صدر اسلام کے مومنین کی مثالیں ہیں۔ عصر حاضر میں بھی یہ عقیدہ معاد ہی ہے جس کی وجہ سے ہم ایک غیر معصوم ولی فقیہ کے حکم پر اپنی جانیں قربان کرنے اور جنت کی طرف سفر میں ایک دوسرے پر سبقت لینے والے جوانوں کے جوش وولولے کا مشاہدہ کرتے ہیں اور ایران و عراق جنگ سے لیکر لبنان و فلسطین کے میدانوں تک اور پھر حالیہ سالوں میں عالمی دہشت گردوں کے خلاف دفاع حرم کے مجاہدین اور شہداء کی شجاعت کی داستانیں سنتے ہیں۔ آج سوریہ اور عراق میں داعش کے خلاف لڑنے والے دنیا بھر سے جمع ہونے جوانوں کے جذبہ جہاد کے پیچھے یہی عقیدہ معاد ہی ہے کہ جو اُنہیں اپنے وطن سے ہزاروں کلو میٹر دور جاکر جام شہادت نوش کرنے کی ترغیب دلا رہا ہے۔ یقیناً اگر عقیدہ معاد پر ایمان راسخ نہ ہوتا تو آج عالمی دہشت گردوں کے خلاف میدان خالی پڑے ہوتے اور نائب امام اور ولی فقیہ زمان کی آواز پر لبیک کہنے والا کوئی نہ ہوتا۔ پس عقیدہ معاد ہی ایک مومن کو کربلا والوں جیسی شجاعت و شہامت عطا کرتا ہے اور اسلامی معاشروں کے امن وسکون کا ضامن بن سکتا ہے۔

۸۔ عقیدہ معاد؛ ایثار و فداکاری کا محرک

اجتماعی طبقات میں محروم اور مستضعف لوگوں کی ایک بڑی تعداد دوسروں کی توجہ اور مدد کی محتاج ہوتی ہے، لیکن مادہ پرست معاشروں میں ان طبقات کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا اور یہ طبقات کسمپرسی کی زندگی گذارانے پر مجبور ہوتے ہیں۔ پوری دنیا میں اس وقت یہ طبقات ظلم وستم کی چکی میں پس رہے ہیں اور معاشرہ سرمایہ دار ہو یا سوشلسٹ ہر جگہ یہ طبقہ محرومیت کی زندگی گذار رہا ہے ۔ یہ فقط دین اسلام ہے کہ جس نے ان طبقات کی طرف توجہ کو جنت کی قیمت قرار دیا ہے۔ یہ قرآنی اور اسلامی طرز زندگی ہی ہے کہ جس میں ایثار و فداکاری کا جذبہ نظر آتا ہے اور ایک انسان دوسرے کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر ترجیح دیتا ہوا نظر آتا ہے۔ قرآن مجید نے اہل بیت اطہار علیہم السلام کے ایثار اور فداکاری کے بارے میں سورہ دہر کی آیات میں فرمایا ہے:

''یُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا۔ وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا۔ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا۔ إِنَّا نَخَافُ مِن رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا۔ فَوَقَاهُمُ اللَّهُ شَرَّ ذَٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقَّاهُمْ نَضْرَةً وَسُرُورًا۔ وَجَزَاهُم بِمَا صَبَرُوا جَنَّةً وَحَرِيرًا ''یعنی؛(یہ بندگانِ

خاص وہ ہیں) جو (اپنی) نذریں پوری کرتے ہیں اوراس دن سے ڈرتے ہیں جس کی سختی خوب پھیل جانے والی ہے۔اور (اپنا) کھانااللہ کی محبت میں (خوداس کی طلب و حاجت ہونے کے باوُجود اِیثاراً) محتاج کواور یتیم کواور قیدی کو کھلا دیتے ہیں۔(اور کہتے ہیں کہ) ہم تو محض اللہ کی رضا کے لئے تمہیں کھلا رہے ہیں، نہ تم سے کسی بدلہ کے خواست گار ہیں اور نہ شکر گزاری کے (خواہش مند) ہیں۔ ہمیں تو اپنے ربّ سے اُس دن کا خوف رہتا ہے جو (چہروں کو) نہایت سیاہ (اور) بد نما کر دینے والا ہے۔ پس اللہ انہیں (خوفِ اِلٰہی کے سبب سے) اس دن کی سختی سے بچا لے گا اور انہیں (چہروں پر) رونق و تازگی اور (دلوں میں) سرور و مسرّت بخشے گا۔اور اِس بات کے عوض کہ انہوں نے صبر کیا ہے (رہنے کو) جنت اور (پہننے کو) ریشمی پوشاک عطا کرے گا۔[1]

مفسرین ان آیات کے شان نزول کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ایک روز امام حسنؑ اور امام حسینؑ مریض ہوئے اور رسول اسلامؐ کچھ لوگوں کے ساتھ ان کی عیادت کرنے گئے تو آپؐ نے فرمایا: اے علیؑ تم اپنے ان دونوں بیٹوں کی شفا کے لئے کچھ نذر کر لو! چنانچہ حضرت علیؑ و فاطمہؑ اور آپؑ کی کنیز فضہ نے یہ نذر کی کہ اگر یہ دونوں شفایاب ہوگئے تو ہم تین روزے رکھیں گے، چنانچہ دونوں شہزادے بالکل شفا یاب ہوگئے ۔گھر میں کچھ نہیں تھا حضرت علیؑ، شمعون یہودی سے تین صاع (سیر) جو ادھار لیکر آئے جن میں سے شہزادی کائناتؑ نے ایک سیر جو کا آٹا پیس کر اسی کی پانچ روٹیاں بنالیں اور سب لوگ انھیں اپنے سامنے رکھ کر افطار کرنے بیٹھ گئے کہ اسی وقت ایک سائل نے آکر سوال کیا: اے حضرت محمدؐ کے اہل بیتؑ آپ حضرات کی خدمت میں سلام عرض ہے، میں مسلمان مسکینوں میں سے ایک مسکین ہوں مجھے کھانا عطا فرما دیجئے، اللہ تعالی آپ کو جنت کے کھانوں سے سیر و سیراب فرمائے: سب نے ایثار کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی تمام روٹیاں سائل کو دے دیں اور پانی کے علاوہ کچھ نہیں چکھا اور صبح کو پھر روزہ رکھ لیا۔ شام کو جب روزہ کھولنے کے لئے بیٹھے تو ایک یتیم نے آکر سوال کر لیا اور انھوں نے اس یتیم کو اپنا کھانا دیدیا تیسرے دن ایک اسیر آگیا اور اس

۱۔ سورۂ دہر، آیہ ۷ تا ۱۲

دن بھی گذشتہ واقعہ پیش آیا۔ صبح کو حضرت علیؑ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کا ہاتھ پکڑ کر رسول اکرمؐ کی خدمت میں لے گئے جب ان پر آنحضرتؐ کی نظر پڑی تو دیکھا کہ وہ بھوک کی شدت سے لرز رہے ہیں آپؐ نے فرمایا میرے لئے یہ کتنی تکلیف دہ بات ہے یہ تمہاری کیا حالت ہے؟ پھر آپؐ ان کے ساتھ جناب فاطمہؑ کے گھر تشریف لے گئے تو کیا دیکھا کہ شہزادیؑ کائنات محراب میں مشغول عبادت ہیں اور ان کا پیٹ کمر سے ملا ہوا ہے اور آنکھیں اندر دھنس چکی تھیں۔ یہ دیکھ کر آپؐ کو مزید تکلیف ہوئی تب جناب جبرئیل آپ کی خدمت میں نازل ہوئے اور کہا: اے محمدؐ آپ کو مبارک ہو یہ لیجئے خداوند عالم نے آپؐ کو آپ کے اہل بیتؑ کے بارے میں مبارکباد پیش کی ہے، پھر انھوں نے اس سورہ کی تلاوت فرمائی۔(۱)

پس یہ روز آخرت پر ایمان اور عقیدہ معاد ہی ہے کہ جو اہلبیت اطہارؑ میں معاشرے کے کمزور اور نادار لوگوں کے مقابلے میں احساس ذمہ داری پیدا کرتا ہے اور وہ اس دن کے خوف اور بارگاہ الٰہی میں جوابدہی کے عقیدہ کی وجہ سے دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دینے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ چونکہ آخرت پر ایمان رکھنے والے مومنین جانتے ہیں کہ انسان کے دوزخی ہونے کا ایک بڑا سبب معاشرے کے کمزور اور ضعیف افراد کے مقابلے میں بے اعتنائی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید انہی دوزخیوں کی زبان سے فرماتا ہے '' وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ ''۔'' اور ہم محتاجوں کو کھانا نہیں کھلاتے تھے۔(۲) اور پھر سورۂ ماعون کے مطابق بھی یتیم و محروم سے بے اعتنائی اور روز قیامت پر ایمان نہ رکھنے کی وجہ سے بہت سے انسان جہنم کا ایندھن بنیں گے۔

خلاصہ یہ کہ منکرین معاد، زندگی کو اسی مادی اور دنیوی زندگی میں منحصر سمجھتے ہیں جبکہ مبدا و معاد پر ایمان رکھنے والے اُخروی زندگی کو ہی حقیقی زندگی سمجھتے ہیں۔ زندگی کے مختلف مسائل میں روز قیامت پر ایمان کے اثرات، آیات اور روایات کی روشنی میں ہی سمجھ آسکتے ہیں۔ زندگی میں اگر روز قیامت کے وعدہ و وعید پر ایمان نہ ہو انسان کی زندگی فقط مادی مقاصد پورے کرنے تک ہی

۱۔ زمخشری، تفسیر کشاف، ج۴، ص۱۹۷، دالفکر، تفسیر کبیر مولفہ ثعلبی، اسد الغابہ ج۵ ص۵۳۰ اور تفسیر فخر رازی

۲۔ سورۂ مدثر، آیہ ۴۴

محدود ہو جاتی ہے اور پھر ہر انسان اپنے مادی مقاصد کی تکمیل کے لئے ہر قسم کے ظلم وستم کرنے پر تُل جاتا ہے،اس طرح پورا معاشرہ زوال وانحطاط سے دوچار ہو جاتا ہے۔ جبکہ عقیدہ معاد کی وجہ سے انسان اسلامی وقرآنی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے ایک پُرامن اور سالم زندگی گذارتا ہے،ایسی طرز زندگی میں وہ نہ دوسروں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالتا ہے اور نہ کسی کمزور پر ظلم وستم روا رکھتا ہے،نہ کم تولتا ہے اور نہ ہی ملاوٹ والی اشیا فروخت کر کے معاشرے کی صحت وسلامتی کو تباہ کرتا ہے۔اسی طرح اخلاقی مسائل میں بھی انسانی احساسات زندہ ہو جاتے ہیں اور ان دوسروں کی عزت وناموس کو اپنی عزت سمجھنے لگتا ہے اور دوسروں کے مال ودولت پر تجاوز کرنے سے پرہیز کرتا ہے،نہ کسی کی غیبت کرتا ہے اور نہ کسی کے ساتھ حسد۔عقیدہ معاد کا حامل معاشرہ شجاع اور دلیر ہوتا ہے جس کی طرف کوئی بیگانہ آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھتا چونکہ وہ جانتا ہے اُس کا مدمقابل ایک شجاع انسان ہے جو فقط اللہ کا خوف رکھتا اور دنیا کسی اور طاقت سے خوفزدہ ہیں ہوتا۔اسی طرح قیامت پر ایمان رکھنے والا انسان معاشرے میں عدل وانصاف کا خواہاں ہوتا ہے اور نہ خود کسی پر ظلم کرتا ہے اور نہ کسی کو اپنے اوپر ظلم کرنے کی اجازت دیتا ہے چونکہ وہ ہر وقت اپنے دین اور شرف انسانیت کے لئے جان کی بازی لگانے کے تیار ہوتا ہے۔